علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۴ (قسط : ۱)

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

نفاذِ شریعت کا سیدھا راستہ

آج کل نظامِ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ مختلف عنوانات سے ہو رہا ہے اَور اِس کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی کیونکہ آسان اَور واضح طریقہ چھوڑ کر ایسا مطالبہ کرنے والوں کو لمبے راستہ پر ڈالا گیا ہے سیدھا سادہ راستہ تو یہ تھا کہ جس نے اِسلامی نظام کے نام پر حکومت سنبھالی پھر ایک عرصہ کے بعد ریفرنڈم اِسلام ہی کے نام پر کرایا جسے سلطانِ وقت کے اِختیارات حاصل رہے اَور آج بھی ہیں [1] وہی بیک جنبشِ قلم آرڈر نافذ کر سکتا تھا کہ عدلیہ شریعت کے مطابق فیصلے دیا کرے لیکن اِس شخصیت نے پینترا بدل کر یہ ذمّہ داری قومی اسمبلی پر ڈال دی اَور اَب لوگوں کا رُخ اپنی طرف سے ہٹا کر اسمبلی کی طرف کر دیا **یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَھُمْ**۔

اُسی دَور میں دینی مسائل پر بے معنٰی بحثیں چھیڑی گئیں۔ ایسے مسائل جن پر ہمیشہ سے اِتفاقِ اُمت چلا آرہا تھا موضوعِ سُخن آرائی بنے حتّٰی کہ اُسی دَور میں یہ بحث بھی چلی کہ ''پاکستان'' کس لیے معرضِ وجود میں آیا، کیا اِقتصادی عوامل اِس کا سبب تھے یا مذہبی جذبات؟ غرض طرح طرح کی بولیاں بولی گئیں اَور غلط و صحیح اَور حق و باطل کی تمیز ہی ختم کر دی گئی۔

---

[1] پاکستان کے سابق مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق مرحوم

اَصل وجہ :

اِس کی اَصل وجہ ایک تو انگریز کی ذہنی غلامی ہے کہ اپنی عقل اُن پر تنقید کے حق میں استعمال کرنے سے قاصر ہے اَور ایک وجہ یہ ہے کہ اِسلامی قوانین و نظام کے نفاذ کے بعد حکمرانوں کی مطلق العنانی متاثر ہوگی لہٰذا اِسلام کا صرف نام ہی لیا جائے اَور اِس کی عطا کردہ راحت و رحمت کو پسِ پردہ چھپائے رکھا جائے ورنہ اِسلامی قوانین خود حکمرانوں پر حاوی ہوں گے جبکہ حکمران یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ اِن پر بھی کوئی اَور حاوی ہو۔

اِسمبلی :

یہی حال ہماری اِسمبلی کا ہے وہ چاہتی ہے کہ ہم ہی قانون ساز اِدارہ ہیں ہم جو مناسب سمجھیں قانون بنادیں اِسلامی قانون کا وجود ہمیں حسبِ دِلخواہ قانون بنانے سے روکے گا لہٰذا اِسے نہ آنے دو۔

یہ ہمارے ملک کے اُن حالات کا خلاصہ ہے جو مانع نظامِ اِسلام ہیں حکمرانِ اعلیٰ اَور اُن کی ترتیب دَادہ بے اِختیار شوریٰ اَور پھر بے طاقت اسمبلیاں کچھ اپنی خواہش اَور کچھ منبع قوت جو فوج کے اِنقلابی اَفراد پر مشتمل ہے، کا آج تک چلا آرہا ہے۔

سیدھا راستہ :

آپ کہیں گے کہ اچھا! پھر سیدھا راستہ جس کے ذریعہ اِسلام کا نظامِ عدل نفاذ پذیر ہو سکے کیا ہے؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اپنے یہاں حکومت کے مسلک کا اعلان کرنا ہوگا کہ مملکت کا قانون فقہ حنفی پر مبنی ہوگا جیسے کہ سعودی عرب میں حکومت کا اعلان یہ ہے کہ وہ فقہ حنبلی پر چلتی ہے اَور حکومتِ اِیران کا اعلان یہ ہے کہ اُس کا مسلک فقہ جعفری ہے۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات کا مسلک کیا ہوگا کیونکہ وہ اپنے لیے فقہ جعفریہ کا مطالبہ کر رہے ہیں تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر کہیں شیعہ بستی ہے تو وہاں اُن کے لیے اُن کے شیعہ مجتہد کو اُن کے مسلک کے مطابق فیصلہ دینے کا مجاز حکومت قرار دے دے گی۔

پھر سوال ہوگا کہ اہلِ حدیث کا کیا ہوگا کیونکہ وہ کسی اِمام کے پیروکار نہیں ہیں وہ غیر مقلد ہیں تو اِس کا بھی وہی جواب ہے کہ جہاں اِن کی آبادی ہوگی وہاں اِن کے کسی پسند کردہ عالم کو اُن کے فیصلوں کا حکومت

اِختیار دے دے گی یہ ایسے اِشکالات نہیں ہیں جو حل نہ ہو سکتے ہوں۔

مجھے ایک عزیز دوست نے بتلایا کہ جنرل نمیری نے اپنے یہاں ۱؎ جب شرعی قوانین کا نفاذ کا اعلان کیا تو اُنہوں نے فقہ حنفی پر مبنی قوانین نافذ کیے۔ وہاں کے حکام سے اُنہوں نے دریافت کیا کہ یہاں اکثریت مالکی حضرات پر مشتمل ہے مالکی علماء حنفی مسلک پر کیسے فیصلے دیتے ہیں اَور اِسے کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ یہاں کے علماء مسلکِ حنفی پر فیصلوں کے عادی ہیں اَور اِسے اِس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ اِس میں موجودہ (عیسوی) صدی کے اَوائل تک تمام نئے پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے کیونکہ یہ قوانین ۱۳۳۰ھ تک جب تک خلافتِ عثمانیہ ترکیہ رہی ہے، جاری رہے ہیں۔

یہ اُن کی گفتگو کا خلاصہ ہے پھر یہ ہوا ہے کہ اُس کے بعد سے اَب تک تمام نئے پیش آنے والے مسائل پر ہمیشہ ہندو پاک کے علماء فتوے مرتب کرتے رہے ہیں۔ مشینی ذبیحہ دُرست ہے یا نہیں؟ اِس پر گفتگو ہوئی۔ مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے بیان دیا کہ دُرست۔ مفتی محمود صاحب مرحوم نے بیان دیا کہ دُرست نہیں اَور دلیل واضح کی۔ اِس پر مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے فتوے سے رُجوع کا اعلان فرمادیا حتّٰی کہ غیر سیاسی علماء نے بھی بعض سیاسی اُمور پر بحث کی اَور فتوے دِیے۔ پارلیمانی نظام جائز ہے یا ناجائز؟ پارلیمانی نظام میں عورت وزیرِاعظم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اِس پر حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحث فرمائی جو اُن کے فتاویٰ کی جلد پنجم میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگرچہ عوام واقف نہ ہوں اَور قانون داں حضرات نے توجہ نہ دی ہو لیکن علمائے کرام جدید دَور کے حالات و مسائل پر برابر نظر رکھے ہوئے ہیں اَور اِن مسائل کو حل کرتے چلے جارہے ہیں اگر آج یہ قانون جاری کیا جائے تو ہمارے پاس آج تک کے مسائل کا حل موجود ہے۔ برصغیر کے علماء کا طریقہ یہ رہا ہے کہ بجائے اِس کے کہ ہر ایک مجتہد ہونے کا دعویٰ کرتا اَور اِختلاف پیدا ہوتا اِن حنفی علماء نے یہ طریقہ اپنالیا کہ پیش آمدہ مسئلہ پر گفتگو کر کے ایک رائے قائم کرلی جائے۔

میرے اِسی قابلِ قدر دوست نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا ایک ریاست میں دو مسلک چل سکتے ہیں؟ مثلاً کوئی جج یا قاضی شافعی مسلک کا پیروکار ہے تو وہ ہٹا دیا جائے گا یا قاضی رہے گا اَور اگر قاضی رہے گا تو اپنے مسلک کے مطابق فیصلہ دے گا یا مدعی کے مسلک کے مطابق؟ میں نے کہا کہ قدیم دَور سے یہ دستور چلا آرہا

۱؎ یعنی سوڈان میں

ہے کہ ایک حکومت میں قاضی شافعی بھی رہے ہیں مالکی بھی رہے ہیں اَور یہ طے ہے کہ وہ مدعی یا مدعیٰ علیہ کے مسلک کے پابند نہ ہوں گے بلکہ اپنے مسلک کی رُو سے فیصلہ دیں گے۔ اُنہیں مثال کے طور پر میں نے یہ مسئلہ بتلایا کہ اگر کسی حنفی مرد نے عورت کو کنایۃً ایک طلاق دے دی یعنی بجائے لفظِ طلاق کے اُس نے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا جس کے دونوں معنٰی ہوسکتے ہوں لیکن اُس کی مراد طلاق ہی تھی تو ایسی صورت میں ایک طلاق ہوجائے گی وہ آپس میں اگر راضی ہوں تو نکاح دوبارہ کرلیں لیکن اگر کسی طرح یہ قضیہ ایسے قاضی (جج) کے سامنے پیش کردیا گیا جو شافعی مسلک کا تھا اَور اُس نے اپنے مسلک کے مطابق یہ فیصلہ دے دیا کہ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں اَور شوہر سے کہا کہ تم رُجوع کرلو شوہر نے رُجوع کرلیا تو حنفی مسلک میں یہ فیصلہ واجب التسلیم ہوگا جدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اِس کے برعکس اگر مدعی، مدعیٰ علیہ دونوں شافعی ہوں تو قاضی حنفی مسلک کو بالاتفاق مدعی و مدعیٰ علیہ کے مسلک پر فوقیت حاصل رہے گی اِس اُصول کے تحت ہر دَور میں ہر مسلک کے جج بِلا اِختلاف ونزاع کام کرتے آئیں ہیں۔ گویا اَصل مدار فقہ پر رہا ہے وہ حنفی، مالکی، شافعی ہو یا حنبلی۔

پاکستان میں ضرورتًا اِن چاروں ائمہ کرام کے ماننے والوں کے علاوہ بھی فقہ جعفر یہ ماننے والوں کو اَور کسی بھی فقہ کے نہ ماننے والے طبقہ کو اُن کے آپس کے پیش آمدہ مسائل حل کرنے کے لیے اُن کا قاضی دیا جاسکتا ہے یہ معروف پرسنل لاء تو نہ ہوگا یہ ''پرائیویٹ لاء'' (یعنی) ایک طبقہ یا گروہ کا قانون ہوگا۔

بعض حضرات جن میں سادہ لوح علماء بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ نظامِ شریعت تدریجًا تھوڑا تھوڑا کرکے لایا جائے حالانکہ یہ بات بالکل ہی غلط ہے۔ اِسلامی نظام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جب وہ آئے گا تو ہر شعبۂ زندگی پر اَثر اَنداز ہوگا۔ اگر آدھا تہائی لایا گیا تو وہ اُن قوانین کی موجودگی میں نہیں چلے گا آدھی مشین کسی سائز کی ہو اَور آدھی کسی اَور سائز کی تو کیا اُنہیں جوڑ کر چلایا جاسکتا ہے؟ جس طرح یہ ممکن نہیں اِسی طرح ''قانونِ شرع'' قانونِ اَنگریز بلکہ تعزیرات ہند کا جمع ہونا ممکن نہیں۔ یہ وہ قوانین ہیں جو اَنگریزوں نے اپنی غلام قوم کے لیے اِس غرض سے بنائے تھے کہ اِن میں جھگڑے چلتے ہی رہیں، بیس بیس سال مقدمہ بازی میں صرف کریں نسلاً بعد نسل عداوتیں چلتی رہیں اِنصاف اَور دَادرَسی میں عدل و اِنصاف ہی کے نام پر زیادہ سے زیادہ تاخیر ہو، ہر ممکن کوشش ہو کہ قانون ہی کے نام پر شکوک پیدا کیے جاسکیں فورًا ہی فیصلہ ہرگز نہ ہونے پائے جبکہ اِسلام کے قوانین میں فوری دَادرَسی اَور اِنصاف دِلانا عدلیہ کی ذمّہ داری ہے اِسی سے اَمن ہوتا ہے

جرائم ختم ہو جاتے ہیں۔

اِسی ماہ (مارچ میں) جناب حکیم اَمیر علی قریشی صاحب سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے سعودی حکومت میں اِسلامی قوانین کی رُو سے فوری دَادرَسی کی ایک تازہ مثال دی کہ رات چار بجے ایک قتل ہوا اَور صبح دس بجے قاتل کو قصاص میں حکومت نے قتل کر دیا گویا اُس مجرم کو جرم کے بعد صرف چھ گھنٹے زندہ رہنا تھا۔

اَنگریزی دَور کی یادگار تعزیرات پر ہمارے قانون دانوں نے تنقیدی نظر نہیں ڈالی ورنہ اُس میں اُنہیں خامیاں ہی خامیاں نظر آتیں ہمارے یہاں یہ روایت چل پڑی ہے کہ ہر اَنگریزی چیز کو تنقید سے بالا سمجھا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل تک تھانوں میں اسٹیشنری کے لیے ماہوار اَلاؤنس اَور جیلوں میں قیدیوں کے لیے یومیہ اَلاؤنس کے طور پر اُتنی ہی رقم مخصوص تھی جتنی اَنگریز نے اپنے دَور میں مختص کی تھی۔

کوئی ملزم تھانہ میں چلا جائے تو اُسے مارنا پیٹنا گالیاں دینا بُرا نہیں سمجھا جاتا کیونکہ اَنگریز کے قانون کی رُو سے اُس کی رعایا کا ہر فرد غلام تھا اَور بے عزت۔ وہی روِش آج تک جاری ہے لیکن اِسلام میں وہ اُصولاً اِس کے برعکس اُس وقت تک باعزت ہے جب تک اُس پر جرم ثابت نہ ہو جائے اَور جرم ثابت ہو جانے کے بعد وہ فقط اُس جرم کی سزا کا مستحق ہے نہ کہ گالی گلوچ یا کسی بھی بے حرمتی کا، تو جب اُصولاً اِسلام کے قوانین اَور موجودہ قوانین میں بُعد المشرقین ہو گیا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ موجودہ اَنگریزی قوانین کو اِسلامی قوانین کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔

اِسلامی نظام میں بہت سے مصارف بیت المال کے ذمّے ہوتے ہیں۔ معذور اَفراد کے وظائف حتّٰی کہ بے روزگار بھوکے اَفراد کا اِنتظام بھی اُس کے ذمّے ہوتا ہے۔ اِسلامی نظام میں غریب رشتہ دار کے مصارف اَمیر رشتہ دار پر ڈال دِیے جاتے ہیں۔ نیز مسلمانوں میں ہمیشہ اِنفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ رہا ہے اَور اُن میں ہندوؤں کی بہ نسبت خرچ کرنے کی بہت عادت ہے یہ عادت لاشعوری طور پر موروثی ہے عرصہ سے اِس کا صحیح استعمال متروک ہے اِس لیے لوگ اپنے ہی اُوپر عیش و عشرت میں اِضافہ پر خرچ کرنے لگے پھر بھی ملک بھر میں دینی اِدارے، بے شمار مساجد اِسی اِنفاق پر گئی گزری حالت میں بھی چل رہی ہیں۔ دَورِ اِسلام میں ہر آدمی جو متمول ہوتا تھا ہر وقت دُوسروں پر خرچ کرتا رہتا تھا حتّٰی کہ خود اُس کے پاس اپنے لیے کچھ نہ بچتا تھا یہ حال مسلمان نوابوں کا اُنیسویں صدی تک رہا ہے اِسی طرح نوابوں سے نیچے درجہ بدرجہ اپنے سے نیچے

والوں پر خرچ کرتے تھے اِسی لیے کمیونزم اُن علاقوں میں پھیلا ہے جہاں عیسائی، یہودی یا بُت پرست آباد تھے اُس کی زَد میں مسلمانوں کے وہ علاقے بھی آ گئے جو جغرافیائی محلِ وقوع کے ذیل میں اُس کی زَد میں آتے تھے جیسے بخارا وغیرہ لیکن وہ اپنے پڑوس کے غریب ترین مسلمان ملک اَفغانستان کو متاثر نہیں کر سکا جس کی وجہ اِسلام کی عطاء کردہ سخاوت، فیاضی، مہمان نوازی اَور اُوپر سے نیچے تک سب میں کسی نہ کسی درجہ میں جذبۂ اِیثار کا پایا جانا تھا۔ مزید یہ کہ اِقتصادی اَور معاشرتی قانون جو اِسلام میں موجود ہیں اُن پر بھی عمل ہوتا رہا ہے اِس لیے اِسلامی ممالک میں کمیونزم کا فلسفہ ہی پہنچا ہے کمیونزم نہیں۔ اِقتصادی اَور معاشرتی قوانین اَور کسی مذہب میں ہیں ہی نہیں۔

اَفسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کی اِس فطری موروثی صلاحیت سے اگرچہ پاکستان میں بالکل کام نہیں لیا گیا حتّٰی کہ اَب معاشرہ کی حالت اَور اَندازِ فکر ہی بدل گیا ہے۔ اَکثریت صرف اپنی ذات کی پجاری بن کر رہ گئی ہے اَنگریز کے بناء کردہ اِنکم ٹیکس وغیرہ سے جو فائدہ حکومت کو پہنچتا ہے اَور پھر حکومت سے عوام تک آتا ہے اِس سے کہیں زیادہ فائدہ اِس صورت میں ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کی فطری صلاحیت کو اُجاگر کر لیا جاتا۔ اِسلام میں اِنکم ٹیکس نہیں ہے لیکن دفاع کے لیے ٹیکس لگایا جا سکتا ہے بیت المال کے ذرائع آمدنی اَور بہت ہیں جن پر اِسلامی حکومتیں چلتی رہی ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ اَگر آج بھی اِسلام کا مکمل نظام نافذ العمل ہو جائے تو ہمارا ملک مثالی ترقی کرے گا۔ مکمل نظام سے میری مراد یہ ہے کہ اَنگریزی قانون کے بجائے اِسلامی قانون کی کتابوں کے تراجم اِن ہی مجسٹریٹوں اَور ججوں کو مہیا کر دِیے جائیں کہ فیصلے اِس کے مطابق ہوں۔ اِسی طرح فوج کے متعلق جو فوج میں رائج قانون ہے اُسے بھی اِسلامی دَور کے قوانین کے مطابق بنا دیا جائے، اَنگریز کے ترتیب دَادہ قوانین کے بجائے اِسلامی قوانین کے مطابق جو تراجم کے ذریعہ فوج کو مہیا کیے جائیں کورٹ مارشل کیا جایا کرے اَور اِقتصادیات بھی اِن ہی قوانین کے تابع ہوں۔

ہمارے ملک میں جو صوبائی عصبیت کی ہواؤں کی لپیٹ میں ہے محض اِسلام کا نام لینا اَور عمل نہ کرنا، قوانین جاری نہ کرنا اَب ایک بے کشش فریب ہوگا جس سے یہ بادِ سموم نہ تھم سکے گی۔ اَلبتہ اِسلامی اُصولِ اِقتصادیات اَور قوانین پر عمل اِسے روک سکتا ہے اِس کی رُو سے کوئی صوبہ اِحساسِ محرومی میں مبتلا نہ رہے گا۔

ملاحظہ ہو''اِسلامی منشور''۔ بات اَب بھی لمبی ہوگئی ہے اَور آپ پوچھیں گے کہ کیوں اَور کیونکر، تو مختصر جواب یہ ہے کہ آپ کے سامنے اِسلام کا تیرہ سو سالہ دَور ہے اِس طویل ترین عرصہ میں مختلف آب و ہوا مختلف معاشرت اَور مختلف زبانوں والے صوبے تو کیا ملک کے ملک یکجا رہے ہیں اَور مسلمان عیسائیوں سے بڑی سپر پاور رہے ہیں حتّٰی کہ اِسلام کے فرض کردہ اَحکام سے غفلت میں مبتلا ہو کر مستحق سزا ہوئے **اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ** ۔ اُنہوں نے فریضہ جہاد میں **اَلْجِھَادُ مَاضٍ** کے باوجود کوتاہی کی اَور **اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ** میں حد درجہ تقصیر کی تو کمزور ہوگئے اَور کمزوری فطرت کی نظر میں قابلِ سزا جرم ہے۔

مجھے ایک ذمّہ دار ریٹائرڈ اَفسر نے اپنے ایک سائنسدان عزیز کا واقعہ بتلایا کہ اُنہوں نے سہروردی کے سامنے گائیڈیڈ میزائل کا فارمولا پیش کیا مگر وہ غفلت کی نذر ہوگیا اگر ہم غیر ملکی طاقتوں پر ناجائز حد تک اعتماد نہ رکھتے تو ہم بھی ایجاداتِ حربیہ میں آج اُن کے ہم پلہ ہو سکتے تھے۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۴ (قسط : ۲)

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

نفاذِ شریعت کا سیدھا راستہ

کلماتِ چند بر قانونِ اِسلامی

زوال کا باعث اِسلام پر عمل نہ کرنا ہے نہ کہ اِسلام۔ میں نے سُنا ہے کہ فوج میں آج بھی وہ دستہ جس نے سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا تھا اِسی طرح اپنے اَسلاف کی اِس مذموم حرکت کو اپنے لیے باعثِ فخر قرار دیتا ہے۔ مرحوم کے لباس اَور تلوار کو مفتوح و مغلوب سے چھینا ہوا سامان جانتا ہے اَور اُس کی نمائش اِس طرح کرتا ہے جیسے وہ آج بھی یونین جیک کے سایہ تلے کھڑا ہے حالانکہ اُسے مرحوم کی اُس تلوار کو چومنا چاہیے تھا اَور اُسے اپنا نشانِ خاص بنانا چاہیے تھا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ اِنہیں اپنی تاریخ سے باخبر کرے اَور انگریز کی ذہنی غلامی سے نجات دِلائے۔ یہ بات ہماری قوم کے لیے باعثِ ذلت ہے کہ وہ چالیس سال بعد بھی اپنی تاریخ سے جاہل رہیں۔

مستشرقین جن کا کام ہی اِسلام سے نفرت دِلانا ہے طرح طرح کے اِعتراضات کرتے رہتے ہیں مجھ سے اِسلام میں باندیوں کے رواج کے بارے میں بہت لوگوں نے پوچھا لیکن اِس کی حقیقت سمجھ لینی چاہیے کہ دراَصل یہ قانون کفار کی جوابی کارروائی کی صورت میں عمل پذیر ہوتا ہے ورنہ نہیں یعنی اگر وہ ہمارے جنگی قیدیوں کو باندی اَور غلام بنائیں تو ہم بھی بنائیں گے اَور اگر وہ اِنہیں صرف قیدی بنا کر رکھیں تو ہمیں حق نہیں کہ ہم اُن کے قیدیوں کو غلام بنائیں ہم بھی اُنہیں قیدی ہی بنا کر رکھیں گے۔

پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جنگی قیدیوں کا بار بجائے اِس کے کہ صرف حکومت برداشت کرے اَور وہ بھی قید میں وقت گزاریں اُنہیں پبلک میں تقسیم کر دیا جاتا تھا لوگ اُن سے مختلف کام لیتے رہتے تھے گھروں میں رہنے کو جگہ دیتے تھے کھانا، لباس سب مالک کے ذمّہ ہوتا تھا اِس طرح شاہی خزانہ پر اِن کا بار نہ پڑتا تھا دُنیا کے ہر ملک میں یہی طریقہ تھا لیکن اِسلام نے جب پھیلنا شروع کیا تو یورپ تک کے علاقے زیرِ نگیں آگئے اَور قیدی اَور باندی غلام غیر مسلم ہی بنتے رہے اِس لیے اَب آکر یورپ والوں نے یہ شہرت دینی شروع کی ہے کہ اِسلام میں باندی اَور غلام بنانے کا قاعدہ ساری دُنیا سے ہٹ کر ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دُنیا بھر کا دستور تھا یورپ میں بھی قیدیوں کو غلام بنایا جاتا تھا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جو رُومی کہلاتے تھے اِسی طرح رُومیوں نے اِنہیں غلام بنایا تھا۔

اِسلامی اَفواج کو جہاد میں اَور خصوصًا عہد شکنی کی صورتوں میں نقصان بھی اُٹھانا پڑا ہے اَور اُنہیں **فِكَاكُ الْاَسِيْرِ** قیدیوں کو آزاد کرانے کے جو اَحکام بتلائے گئے تھے اُن پر عمل کرتے ہوئے غلام بنانے کے بجائے قیدی ہی رکھا گیا اَور اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے تبادلے میں دِیا گیا۔

مستشرقین کے اُٹھائے ہوئے اَور بھی بہت سے اعتراضات ہیں لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو وہ سب اِسی قسم کے ہیں کہ حقائق کو مسخ کر کے صرف ایک نکتہ کو اُٹھایا گیا اَور اُسے بُری شکل دے کر ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے۔

گزشتہ چھ سالہ عرصہ میں کمیونسٹ نظام کے دَاعی اَور سوشلسٹ قسم کے لوگوں سے ملاقاتیں رہیں لیکن میں نے اُنہیں اِسلامی نظام سے ناواقف پایا جوابًا وہ اِسلامی نظام کو پسند کر کے ہی جاتے رہے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی قسمت ہی کی بات ہے ورنہ وہ اِسے عملی جامہ پہنا سکتے ہیں اَور اِس میں عقلاً بھی کمیونزم و سوشلزم سے زیادہ خوبیاں ہیں اَور ملک کی بدقسمتی کا یہ منظر بھی آپ کے سامنے ہے کہ پبلک اِسلام چاہتی ہے اَور عنانِ اِقتدار پر مسلط طبقہ اِس کے نفاذ کے خلاف ہے اَور مطلب کے لیے اِسلام کا نام لیوا ، نہ معلوم اَنجام کیا ہو۔

اِسی دَوران میرے پاس ایک وکیل آئے اُنہوں نے کہا کہ اِسلام میں ٹریفک کے قوانین کہاں ہیں؟ اِس کا جواب اگر وہ عقل کا مثبت اِستعمال کرتے تو شاید خود ہی دے سکتے تھے کہ سلامتی اَور اَمن کے لیے جس

قانون کی ضرورت ہو وہ مقنّنہ پاس کرسکتی ہے ایسے قوانین سب اِسلام کے مطابق ہوں گے اَور اِن پر عمل باعثِ اَجر بھی ہوگا۔ اِسلام کا نام لیتے ہی اُس کے خلاف باتیں کرڈالنا جائز نہیں ہے، ایسے اَشخاص کا یہ فرض ہے کہ وہ اِسے کسی عالم سے مِل کر حل کرے اَور اپنے اِیمان کا تحفظ کرے۔

اِسی دَوران ایک عالی دماغ لیڈر سے ملاقات ہوئی اُن کا خیال یہ تھا کہ اِسلام میں حکومت نہیں ہے کیونکہ اِسلام میں مقنّنہ نہیں ہوتی۔

غرض بہت سی باتیں اپنے ذہن سے ناتمام مطالعہ اَور اہلِ علم سے رُجوع نہ کرنے کے باعث پیدا ہوجاتی ہیں یہ قابلِ علاج ہیں جو مخلص ہیں وہ اِصلاح قبول کرتے ہیں مکمل جواب سے اُن کی تشفی ہوجاتی ہے۔

میری اِن گزارشات کا خلاصہ یہ ہوا کہ :

☆ اِسلامی نظامِ قانون تبدیل ہوگا تو آئے گا اَور یہاں (موجودہ) قانون کی جگہ فقہ حنفی پر مرتب قانون بذریعہ تراجم فوراً لایا جائے۔

☆ اِس کے اَثرات اَمن وسکون کے علاوہ اِقتصادیات و معاشیات و اَخلاقیات پر فوراً مرتب ہوں گے۔

☆ ہر شخص موجودہ اَنگریزی غلامانہ قانون کی رُو سے اپنے آپ کو باعزت ثابت کرے تو وہ باعزت تسلیم کیا جائے گا جبکہ اِسلام کی نظر میں اُس کے قانون کی رُو سے باعزت ہے۔

☆ یہ قانون صوبوں سے بڑھ کر علاقوں تک کو اُن کے حقوق دِلاتا ہے اِس کا فوری نفاذ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

☆ یہ قانون مکمل ترین حالت میں موجود ہے یہ موجودہ اَنگریزی قانون سے بہت زیادہ مکمل ہے۔

☆ یہ قانون اَنگریزوں کے جاری کردہ قوانین کی موجودگی میں آنا ممکن نہیں ہے نہ ہی اِسے اِس سے جوڑا جاسکتا ہے نہ وہ تھوڑا تھوڑا آسکتا ہے وہ جب آئے گا تو مکمل آئے گا آدھا تہائی نہیں۔

☆ اِس قانون کی رُو سے حکمرانوں کے ذمّہ رعایا کو ہر طرح کی سہولت پہنچانا فرض ہوتا ہے جبکہ اَنگریز کے متروکہ نظریہ حکومت کی رُو سے جو اُس نے برصغیر میں اِختیار کیے رکھا حکومت عوام کو کھسوٹتی ہے اَور اُس کے پیشِ نظر صرف اپنا خزانہ بھرے رکھنا ہوتا ہے وہ اِسی قسم کے قانون بناتی رہتی ہے۔

☆ اِسمبلی مقنّنہ رہتی ہے لیکن وہ ایسے قوانین وضع کرے گی جس سے اِسلامی اُصولوں کو تقویت ہو۔

☆ اِس قانون کے نفاذ سے مذہبی تنازعات ختم ہو جائیں گے فرقہ واریت بڑھنے کے خدشات توہماتِ باطلہ ہیں۔

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَھُوَ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ

حامد میاں غفرلہٗ

یکم شعبان ۱۴۰۷ھ جامعہ مدنیہ لاہور ۲

(جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۴ (قسط : ۳، آخری)

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرتِ اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اَور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ اِن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

نفاذِ شریعت کا سیدھا راستہ

کلماتِ چند بر قانونِ اِسلامی

تکمِلہ '' کلماتِ چند ''

موجودہ شریعت بل کی شق نمبر۴ یہ ہے : '' مسلّمہ فقہاءِ اِسلام کی تشریحات ''

☆ اَب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلّمہ فقہائے اِسلام تو بہت ہیں جیسے ترمذی شریف میں جابجا سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبہ، ابنِ مبارک، اِسحاق وغیرہ کا ذکر ہے۔ ترمذی کے علاوہ اَور کتابوں میں شام کے مکحولؒ اَور اَوزاعیؒ مصر کے لیثؒ اَور اِن جیسے بیسیوں اَکابرِ اُمت کے اَقوال وتحقیقات کا ذکر ہے اِن کے علاوہ تابعین اَور تبع تابعین میں ایسے حضرات کی تعداد تو بہت ہی زیادہ ہے۔ حاکم نیسابوری نے اپنی مایۂ ناز کتاب ''معرفت علوم الحدیث'' میں یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حاکم (۳۲۱ھ پیدائش/ ۴۰۵ھ وفات) نے یہ کہہ کر کہ اِن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اِن کا ذکر باعثِ برکت ہے اَور یہ شرقاً غرباً معروف ہیں اپنی اِس کتاب میں ص ۲۴۰ سے فہرست دی ہے۔ اَسماءِ علماءِ مدینہ میں چودہ سطریں، اہلِ مکہ میں چھ سطریں، اہلِ مصر پانچ سطریں، اہلِ شام بیس سطریں، اہلِ یمن نو سطریں، اہلِ یمامہ دو سطریں، اہلِ کوفہ بہتر سطریں، اہلِ جزیرہ دس سطریں، اہلِ بصرہ بائیس سطریں، اہلِ واسِط چار سطریں، اہلِ خراسان اُنیس سطریں لکھی ہیں۔ ہر سطر میں اگر تین نام اَوسطاً رکھے جائیں تو یہ ساڑھے پانچ سو کے قریب علماء بنتے ہیں۔

یہاں ذیل میں میں ایک بات کی طرف توجہ دِلاتا چلوں کہ صرف کوفہ کے علماء کی ۷۲ سطریں بنتی ہیں اَور پوری دُنیا کے علماء کی ۱۱۱ سطریں اِس طرح صرف کوفہ کے علماء کی تعداد ۳۴۳ بنتی ہے۔ یہی چیز علمِ حدیث، فقہ، اُصولِ حدیث وفقہ اَور علمِ قراءت کے اعتبار سے پوری دُنیا میں مذہب اہلِ کوفہ کے غلبہ کا سبب رہی ہے۔ اِمام بخاریؒ نے فرمایا ہے لَا اُحْصِیْ مَادَخَلْتُ الْکُوْفَةَ یعنی کوفہ جتنی دفعہ گیا ہوں اِس کا شمار نہیں۔ قراءت روایتِ حفص آج تک پوری دُنیا میں رائج ہے یہ کوفہ ہی کی ہے اَور اِمامِ اعظم اَبوحنیفہ النعمانؒ کی بھی۔ قراءتِ سبعہ متواترہ میں سے تین قاری صرف کوفہ کے ہیں اَور قراءتِ عشرہ متواترہ کے قاریوں میں چار صرف کوفہ کے ہیں۔ علماء کوفہ کی اِسی کثرت سے اِن کا علمِ حدیث، علمِ تفسیر اَور علمِ فقہ میں تفوق و بلند رُتبہ ہونا ظاہر ہورہا ہے۔ نیز علاوہ حدیث وفقہ کے لُغت اَور صرف ونحو میں علماءِ کوفہ اَور علماءِ بصرہ کے مذاکرات اَور آراء اَلگ مسلّم چلی آرہی ہیں اِسی لیے قاموس وغیرہ کتبِ لُغت میں بھی کوفہ کو " قُبَّةُ الْاِسْلَامِ " لکھتے ہیں۔ کوفہ کا اِس لقب سے کتبِ لُغت تک میں ذکر کیا جانا بڑی اہم بات ہے اَور صاحبِ قاموس تو مسلکاً بھی شافعی ہیں، بس اِس ذیلی بات کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

☆ اَور اَب میں آپ کے سامنے یہ بات رکھنی چاہتا ہوں کہ شریعت بل کی مذکورہ شق نمبر۴ کی رُو سے جب کوئی قانون ساز کونسل ایک سرے سے تمام قوانین کا جائزہ لینا شروع کرے گی یا ترتیب وتدوین یا قانون سازی کرے گی تو وہ اُن مذکورۃ الصدر علماء میں سے کس کی تحقیق پر چلے گی؟ اِس کونسل میں شریک ہر فرد کو اِختیار ہوگا کہ وہ اُن میں سے کسی بھی ایک کی مرجوح ومتروک تحقیق لے لے تو متفقہ قانون کیسے بنے گا؟ ہر ایک اپنی پسند کی رائے یا دلیل کو ترجیح دے گا اَور ایک مسئلہ بھی حل نہ ہو سکے گا خصوصًا اِس دَور میں جبکہ تقوے سے لوگ خالی ہیں اَور عُجب (خود پسندی) عام ہے۔ غرض اِس طرز پر کام کرنا بے سود بلکہ مضر ہوگا کیونکہ مدتوں پہلے اِبتدائے دَورِ تابعین وتبع تابعین میں یہ ہو چکا ہے اَور ہر مسئلہ پر بحث وتمحیص اَور علمی مذاکرے ہو چکے ہیں اِس کو میں حاکم کی اِسی کتاب میں دَرج ایک مثال پیش کر کے واضح کرنا چاہتا ہوں۔

عبدالوارِث بن سعیدؒ مکہ مکرمہ پہنچے تو اُنہیں خرید وفروخت کے معاملات میں ایک مسئلہ پیش آگیا وہاں اَبوحنیفہؒ، ابن اَبی لیلیٰؒ اَور ابن شُبرمہؒ آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے پہلے تو اَبوحنیفہؒ سے رُجوع کیا کہ ایک شخص نے کوئی چیز فروخت کی اَور ساتھ ہی شرط بھی لگا دی (مثلاً کسی نے قلم بیچا لیکن بیع کے منافی یہ شرط

لگا دی کہ جب مجھے ضرورت ہوگی تو میں اِستعمال کروں گا) اِمام اَبوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ بیع بھی باطل ہے اَور شرط بھی باطل ہے۔

عبدالوارِثؒ کہتے ہیں کہ پھر میں اِبن اَبی لیلیٰؒ کے پاس گیا اَور اُن سے یہی مسئلہ پوچھا اُنہوں نے جواب دیا کہ بیع (سودا) جائز ہے اَور شرط باطل ہے۔ پھر میں ابنِ شُبرمہؒ کے پاس گیا اُن سے یہی مسئلہ دریافت کیا اُنہوں نے جواب دیا کہ بیع بھی جائز ہے اَور شرط بھی جائز ہے۔ میں نے کہا، سبحان اللہ! آپ عراق کے تین فقیہ ہیں اَور ایک ہی مسئلہ میں آپس میں اِتنا اِختلاف۔ تو میں اَبوحنیفہؒ کے پاس گیا اُنہیں یہ بات سُنائی اُنہوں نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اُن دونوں نے کیا جواب دیا لیکن :

حَدَّثَنِیْ عَمْرُوبْنُ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ بَیْعٍ وَ شَرْطٍ .

''مجھے عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اُنہوں نے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بیع اَور شرط سے منع فرمایا ہے۔''

لہٰذا بیع بھی باطل اَور شرط بھی باطل۔

پھر میں ابنِ اَبی لیلیٰؒ کے پاس گیا اُنہیں میں نے یہ بتلایا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ مجھے نہیں پتہ کہ دونوں نے کیا کہا لیکن :

حَدَّثَنِیْ ھِشَامُ بْنُ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اَشْتَرِیَ بَرِیْرَۃَ فَاَعْتِقَھَا .

''مجھے ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے اَور اُنہوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت سُنائی کہ مجھے جنابِ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں بریرہؓ کو خرید کر آزاد کردُوں (باوجودیکہ اُن کے مالک نے بیع کے منافی ایک شرط لگائی تھی)۔

لہٰذا بیع تو جائز ہے اَور شرط باطل ہے۔

پھر ابنِ شبرمہؒ کے پاس گیا اُنہیں ساری بات سُنائی اُنہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ اُن دونوں نے کیا کہا ہے لیکن :

حَدَّثَنِیْ مِسْعَرُ بْنُ کِدَامٍ عَنْ مُّحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بِعْتُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاقَةً وَشَرَطَ لِیْ حِمْلَانَھَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ .

''مجھے مِسعر بن کدام نے محارِب بن دِثار سے اُنہوں نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے (سفر میں) جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اُونٹنی فروخت کی تھی اَور آپ نے اِس پر مدینہ منورہ تک سفر کی شرط منظور فرمائی تھی۔''

لٰہذا بیع بھی جائز اَور شرط بھی جائز ہے۔

(معرفة علوم الحدیث ص ۱۲۸)

اِسی طرح ایک اَور مثال بھی ملاحظہ فرمالیں جو بخاری شریف سے نقل کر رہا ہوں۔ یہی ابنِ شبرمہؒ (قاضی کوفہ) فرماتے ہیں کہ مجھ سے اَبوالزِّنادؒ (قاضی مدینہ منورہ و اُستاد اِمام مالکؒ) نے اِس مسئلہ میں گفتگو کی کہ مدعی کے پاس ایک ہی گواہ ہو تو اُس سے دُوسرے گواہ کے نہ ملنے کی صورت میں بجائے گواہ کے قسم کھلوائی جائے (اَور یہی اِن کا اَور اہلِ مدینہ کا مسلک تھا) میں نے اُنہیں جواب دیا کہ قرآنِ پاک میں مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہونے کی صورت میں یہ حکم ہے کہ پھر دو عورتیں ہوں اَور طویل عبارت اِختیار فرمائی گئی :

فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی . (سُورۃ بقرہ آیت ۲۸۲)

(اگر ایک گواہ اَور مدعی کی قسم کافی ہو سکتے تو قرآنِ پاک میں مختصر کلمات میں اِرشاد ہوتا فَرَجُلٌ وَیَمِیْنٌ). (بخاری ج ۱ ص ۳۶۶)

غرض اِس طرح علماءِ بلاد تک میں بھی سب مسائل پر گفتگو ہو چکی ہے اَب اگر کوئی کمیٹی یا بورڈ یہی کام شروع کرے گا تو تیرہ سو سال پیچھے لوٹنے کے مترادف ہوگا اَور کم علمی اَور تقوٰی کے فقدان کی وجہ سے دین کا کھیل بنانا ہوگا۔ خیر القرون میں مذکورہ بالا طریق پر نہایت بے نفسی کے ساتھ قرآنِ پاک اَور اَحادیث کی روشنی میں علماء میں بہت بحث و تمحیص ہوتی رہی ہے بہت سے مسائل ایسے تھے کہ جن میں ایک شہر کے علماء کا ایک مؤقف تھا اَور دُوسرے شہر کے علماء کا دُوسرا مؤقف تھا مثلاً وہ مسائل کہ جن میں علماءِ مدینہ اَور علماءِ کوفہ کا اِختلاف تھا (کیونکہ رفتہ رفتہ ایک ایک شہر کے علماء آپس میں گفتگو کر کے ایک ایک مؤقف پر متفق ہوتے چلے

گئے تھے۔ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں اِس قسم کا ایک مستقل باب رکھا ہے جس کا عنوان ہے : ''مَا اَجْمَعَ عَلَیْہِ الْحَرَمَانِ'') چنانچہ ایسے مسائل پر اہم بحثیں کتابوں کی شکل میں آئیں، ائمہ حدیث و فقہ نے یہ کتابیں لکھیں۔

اِمامِ محمدؒ نے '' کِتَابُ الْحُجَّةِ عَلٰی اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ '' لکھی پھر اِمامِ شافعیؒ نے '' کِتَابُ الْاُمْ'' لکھی پھر بعد کے دَور میں اِمامِ بیہقیؒ نے اِمامِ شافعیؒ کی تائید میں ''سُنَنِ کُبرٰی '' لکھی تو اِس پر اِمام ابن الترکمانیؒ نے ''اَلْجَوْھَرُ النَّقِیُّ'' لکھی۔ اَلْجَوْھَرُ النَّقِیُّ بیہقی پر ایسی چسپاں ہوئی کہ آج تک اِس کے ساتھ مستقلاً لگی ہوئی چلی آرہی ہے، اَب اِس سمیت طبع ہوتی ہے۔

اِمام اَبو یوسفؒ نے '' اِخْتِلَافُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی '' اپنے دونوں اُستادوں کے اِختلاف پر لکھی۔ (اِمام اَبو یوسفؒ و اِمام محمدؒ تبع تابعین میں ہیں)۔ اِمام اَبو یوسفؒ کی یہ تصنیف اِس قسم کے اَنداز کی پہلی معروف تصنیف ہے۔

پھر اِمامِ طحاویؒ نے صحابہ کرام تابعین اَور مجتہدین کے اِختلاف پر مفصل کتاب لکھی۔ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ میں نے اِن کی اِس تصنیف کے اَسّی اَجزاء دیکھے ہیں اِن کے بعد اِس موضوع پر ابنِ منذر اَور ابن نصر نے کتابیں لکھیں پھر اِمام ابنِ جریر طبری نے ایک ضخیم کتاب لکھی۔ یہ کام دُوسری اَور تیسری صدی میں ہوا۔ پھر اِس کے بعد ابنِ عبدالبر مالکیؒ نے اِس موضوع پر لکھا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری دُنیا صرف چار مسلکوں پر قائم رہ گئی بلکہ صرف تین پر آگئی پھر چوتھی صدی میں حنبلی مسلک بھی نمایاں ہونا شروع ہوا۔

یہ اِختلاف اہلِ تقوٰی کا تھا اِس لیے چیدہ چیدہ سینکڑوں علماء کی ایک ایک بات پر گفتگو نتیجہ خیز رہی اَور دُنیائے اِسلام سینکڑوں مسالک سے ہٹ کر صرف چار پر آتی گئی۔ اُس وقت سے لے کر ایک ہزار سے زیادہ سال تک اِسلامی حکومتیں اِن ہی قوانین پر چلتی رہیں اَور چونکہ اِس طویل ترین دَور میں علم اَور قانونی فیصلے اَور فتوے سب شرعی ہوتے رہے اَور علم ہی علمِ دین کو کہا جاتا تھا اِس لیے بِلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فقط حنفی مسلک ہی کی ایک ایک بات کی تائید آج تک ایک کروڑ علماء ورنہ لاکھوں علماء کرتے آئے ہیں کروڑوں علماء واَولیاء اَور اَربوں مسلمان اِس پر عمل پیرا رہے ہیں اَور حکومتیں چلتی رہی ہیں۔ لہٰذا آج فقہ حنفی اَور اُس پر مبنی قانون وہ ہے جسے اُمتِ مسلّمہ کی اِتنی بڑی تعداد کی تائید حاصل ہے۔

آپ حضرات کی یعنی شریعت بل کی مذکورہ شق لانے والوں کی خواہش یہ ہے کہ وہ ذخیرہ تو ایک طرف لپیٹ کر رکھ دیا جائے اَور یہ بورڈ جو آج کی نفس پرست حکومت اپنے دِل پسند علماء پر مشتمل کرکے بنا دے دین کے تمام معاملات میں سیاہ وسفید کی مالک بن بیٹھے اَور اَز سرِ نو اَبوحنیفہ، ابن اَبی لیلیٰ، ابن شبرمہ، ابن اَبی الزناد رحمہم اللہ کے دَور کی طرح ہر مسئلہ کو اُدھیڑ کر بساطِ سخن دَراز کی جائے اَور سرکاری علماء کے بورڈ کو مختارِ کل اَور شرعی مقدس اُمور کا منبع قرار دیا جائے، یہ کہاں کی دیانت وعقلمندی ہوگی اَور کوئی مسلمان جس کا آخرت پر اِیمان ہوگا اِسے کیسے تسلیم کرے گا۔ دین میں یہ ڈرامہ اَور مسخرہ پن نہ چل سکے گا۔ رجم زنا کی حد ہے یا نہیں؟ عورت کی شہادت، عورت کی دیت پر ہر خود پسند نے ہمہ دانی کا دعویٰ کرکے قلم کی جولانی دِکھائی، شرعی مسائل پر اِسی طرح کا تماشا پھر لگے گا۔ عجب رقص شتر کا منظر سامنے آئے گا اِتنا شور مچے گا کہ کان پڑی آواز سُنائی نہ دے گی۔

ممکن ہے شریعت بل والوں کے ذہن میں یہ ہو کہ ہم چاروں اِماموں میں سے جس کے بھی مسلک میں آسانی نظر آئے گی اِختیار کرلیں گے۔ چاروں کی فقہوں کو سامنے رکھ کر اُن میں سے آسان آسان چیزیں لے کر ''جدید فقہ'' تیار کرلیں گے لیکن ایسا کرنا سب ائمہ کے متبعین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ علماء نے اِس کا نام ''تَلْفِیْق'' رکھا ہے یہ ممنوع ہے۔ اگر آپ لوگوں کی خواہش یہ ہے تو اِسے اِتباعِ حق نہیں کہا جائے گا اِسے اِتباعِ ہواء کہا جائے گا اہلِ اَہواء بدعتی شمار کیے گئے ہیں۔ آپ اِس باطل اَور غلط بنیاد پر جو عمارت بنائیں گے وہ غلط ہوگی اِسے وہی علماء صحیح کہہ سکیں گے جو دین کو دُنیا کے عوض بیچنے پر راضی ہوں۔

اگر مسلمانوں کو یہ سبز باغ دِکھایا جائے کہ اِس طرح کی شریعت آج کے تقاضوں پر پوری اُتر سکے گی تو یہ بھی خام خیالی سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ مسالک تو چاروں ہی پُرانے ہیں اگر نئے دَور تک کوئی مسلک حاوی ہوسکتا ہے تو وہ حنفی ہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب دین سے بھاگنے کی صورتیں ہیں نہ کہ دین پر عمل کی، اِس طرح کی تدابیر سے جو دین معرضِ وجود میں آئے گا وہ ''چھوٹا دینِ اَکبری'' ہوگا سود اَور جوا جائز قرار دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

آج کل حامیانِ شریعت بل یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ علماء کے بائیس نکات دین کے نفاذ کے لیے کافی ہیں (اَور بعض لوگ تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا اَنگریز کافر کے دَور کا ۱۹۳۵ء کا فتویٰ بھی اِس اپنے

ناقص شریعت بل کے لیے مسلمان ملک میں دَلیل کے طور پر اُٹھا کر لے آئے ہیں **لاحول ولاقوة اِلا باللّٰہ**)
اَور اَبھی میں یہ مضمون لکھ ہی رہا تھا کہ مئی کا میثاق موصول ہوا اُس میں بھی عجیب باتیں لکھی ہیں۔

اِس میں مقبول الرحیم مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ سے لے کر اَب تک ہماری جمعیت نے نفاذِ فقہ حنفی کو اپنا مؤقف نہیں بنایا۔ علامہ عثمانیؒ نے بائیس نکات کو مؤقف ٹھہرایا تھا اُنہوں نے فقہ حنفی کو مؤقف نہیں بتایا تو آپ لوگ کیوں اِسے اپنا مؤقف بنا رہے ہیں لیکن یہ دلیل بے وزن ہے۔ اِس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ علامہ عثمانیؒ نے بائیس نکات کو کیوں مؤقف بنایا تھا جبکہ اُن کے اَسلاف نے بائیس نکات کی کبھی بات نہیں کی تھی۔ اَصل بات تو یہ ہے کہ علامہ عثمانیؒ نے یہ تمہید کی تھی یہ نکات شریعت کے نفاذ کے لیے ہی تجویز کیے تھے اَور نفاذ قانونِ شریعت اِس کے سوا کسی صورت نہیں ہوسکتا کہ عدلیہ کو مرتب شدہ شرعی احکام کے تراجم مہیا کر دِیے جائیں اَور مرتب شدہ اَحکام فقہ کے سوا اَور ہیں ہی کہاں، اِس لیے آج کی صورتِ حال میں فقہ حنفی کے نفاذ کا اِنکار شریعت کے نفاذ کے اِنکار کے مترادف ہے۔

نیز یہ بھی غور کریں کہ علامہ عثمانیؒ جن کی ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت میں گزری پاکستان بننے کے بعد اپنے دینی جذبات بروئے کار نہیں لا سکے اِس عظیم صدمہ پر اُن کے آنسو بہتے دیکھنے والے تو آج تک زندہ ہیں۔ اگرچہ مولانا عرض محمد اَور مولانا عبدالواحد صاحب خطیب گوجرانوالہ کی وفات ہوگئی جو اُن کے براہِ راست شاگرد تھے مگر مولانا عبدالواحد صاحب مدظلہٗ کی طرح اِن حضرات کے ساتھ والے علماء بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں۔ غرض علماء کی خواہش و اُمنگ اَور اُجڑ کر آنے والے تباہ حال مسلمان عوام کی دِلی تمنا تو یہ تھی کہ پاکستان میں اِسلامی قوانین ہوں گے لیکن خواص کے اَفکار اَور ہی تھے مذہب سے اُن کا کوئی تعلق نہیں تھا چنانچہ آزادی کے بعد حکومتی ڈھانچہ معرضِ وجود میں آیا وہ سیکولر یا لامذہب حکومت کا تھا۔ چیف جسٹس کارنیلیس (عیسائی) وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل (ہندو) وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں (قادیانی) اَفواج کے سب سربراہ اَنگریز (عیسائی یا لامذہب) جنرل میسروی، جنرل گریسی، فضائیہ کے آر ایچ رے، بحریہ کے رئیر اَیڈمرل جیفورڈ (سب اَنگریز) پنجاب کا گورنر اَنگریز سر فرانسس موڈی، مشرقی پاکستان کا اَنگریز گورنر فریڈرک بورن، صوبہ سرحد میں کنگھم اَور ڈنڈاس (اَنگریز اَور عیسائی گورنر رہے)۔

علامہ کا تو یہ حال ہوا ہے کہ ع

بس خون ٹپک پڑا نگہ اِنتظار سے

بالآخر کچھ تبدیلی آئی ۔ لیاقت علی خاں کے دَور میں مولانا کا کچھ بس چلا تو شیرازہ جمع کیا اَور علماء کو ۲۲ رنکات پر متفق کیا۔ اِس کے کچھ ہی عرصہ بعد ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو علامہ صاحب وفات پا گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ اگر وہ زندہ رہتے تو قانونِ اِسلامی کے نفاذ کے لیے اِس کے سوا وہ اَور کیا کرتے کہ قانون کے لیے حنفی کتب کا ترجمہ کرانے اَور عدلیہ کو اِس پر چلانے کی کوشش کرتے ۔ قابلِ عمل شکل ہی یہ ہے بس جو اُن کا اَگلا قدم ہوتا وہ ہم اُٹھا رہے ہیں ۔ نیز اِن ۲۲ رنکات میں اَور نفاذِ فقہ حنفی و فقہ جعفری اَور غیر مقلدوں کے لیے اُن کے عالم کو اُن کا جج مان لینے میں تعارض کیا ہے بلکہ آپ کا اِس اَگلے قدم سے روکنا نفاذِ اِسلام کو روکنا ہے بلکہ بالفاظِ دیگر ۲۲ رنکات سے اِنحراف بھی ۔ مینارِ پاکستان پر یہ اعلان تو اَب ہوا ہے میں تو ذاتی طور پر اِس کے لیے ۱۹۷۷ء سے کوشاں ہوں حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے عرض کرتا رہا ہوں ۔

میثاق کے اِسی پرچہ میں مقبول الرحیم صاحب مفتی نے ڈاکٹر اِسرار صاحب کے ۳؍اپریل کے جمعہ کے خطاب کے یہ جملے نقل کیے ہیں :

''قرآن وسنت سے براہِ راست اِستنباط کرتے ہوئے آج کے مسائل کا حل تلاش کرنا بھی اِسی طرح دُرست ہے جس طرح کسی فقہی مسلک کی فقہ کو نافذ کرنا دُرست ہے۔''

اگر ڈاکٹر صاحب کے سامنے آج کے حالات میں ایسے حل طلب مسائل ہیں جن کا حل فقہ میں موجود نہیں تو وہ اُن کی نشاندہی کریں ۔ جا بجا مدارس میں علماء اَور مفتی حضرات موجود ہیں اُن سے رُجوع فرمائیں مجھے بھی بتلائیں اَور اگر خدانخواستہ ڈاکٹر صاحب کا مقصد یہ ہے کہ فقہ حنفی کے نفاذ کا نام نہ لیا جائے اَور ہر مسئلہ میں چاہے وہ پہلے سے حل شدہ موجود ہو اَب بِلا وجہ بھی اِجتہاد کی اِجازت کو عام کیا جائے تو یہ غلط ہے اَور ضلالت ہے میں اِس کا شدید مخالف ہوں یہ دین کے لیے سمِ قاتل ہے یہ اَندازِ فکر اَور سوچ برخود غلط لوگوں ہی کی ہو سکتی ہے ۔

دارُالعلوم دیوبند میں مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ ہی کے حل کردہ ۳۶ ہزار فتوے ہیں یہ دارُالعلوم کے پہلے مفتی تھے اِن کے بعد سے اَب تک کی تعداد معلوم نہیں ۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے حل کردہ مسائل کے تیس کے قریب رجسٹر قاسم العلوم ملتان میں موجود ہیں ۔ اِن سب کارناموں پر اَنگریزی قانون نے پردہ ڈال رکھا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جو بات کی ہے وہ اپنے اِرد گرد لوگوں سے متاثر ہو کر

کی ہوگی۔ بہرحال اِس سے اُنہیں رُجوع کرنا لازم ہے اگرچہ وہ غیر متشدد غیر مقلد ہیں مگر میری مذکورہ بالا تشریح پر غور کرنا چاہیے۔ واللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ .

حامد میاں غفرلہٗ

۱۶؍رمضان ۱۴۰۷ھ / ۱۴؍مئی ۱۹۸۷ء پنجشنبہ

جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور ۲